اسلامی ریاست میں قومی قیادت کا تصور: سیرت طیبہ کی روشنی میں خصوصی مطالعہ

Concept of National Leadership in Islāmic State: An analysis in the light of Prophet Muḥammad (saww) life

*ڈاکٹر عبدالمجید بغدادی

**محمد نواز

Abstract

Islām is a complete religion and code of conduct, which not only provides guidance in whole life but also rules and regulations. Similarly, Islām has its own ideological system with regard to politics and government. The instructions are clear in the Qur'ān and Sunnah. Which are the torch path for the Muslim Uma until the Day of Judgment. Politics and government are the most sensitive sectors of society. Policies put in place to protect lives and property, and to protect religion. In addition, rules and regulations imposed for better human relations, human rights protected, necessary departments taken care of country and nation.

Keywords: Islām, Religion, Ideological System, Qur'ān and Sunnah, Human Relations.

مذہب کو ریاست کی ابتدا اور اُس کے ارتقا میں بنیادی کردار کا حامل تسلیم کیا گیا ہے۔ مذہب نے انسان کو نہ صرف زندگی کا شعور دیا، بلکہ اُسے مقصدِ حیات کے ساتھ ہم آہنگ اور یکسو کیا۔ افراد اور معاشروں کو الہامی کتابوں اور مقدس نبیوں نے بنیادی اوصافِ انسانی اور اعلیٰ اخلاقیات سے مزین کیا۔ اس کی فطرت کو پاکیزہ اور رویوں کو متوازن کر کے اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز کیا۔

مذہب نے جہاں فرد کی اصلاح کے ذریعے معاشروں کو تبدیل کیا، وہاں ریاست کو ضابطۂ حکومت عطا کر کے اُسے معاشرے کی اصلاح اور فلاح کا ذریعہ بنایا۔ انبیائے کرام کے قائم کردہ اس تہذیب و تمدن کی ابتدا پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور اس کی کامل و اکمل صورت، خدائے عزوجل نے اپنے برگزیدہ آخری نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے عطا کی۔

سیاست و حکومت معاشرے کا سب سے اہم اور حساس شعبہ ہے، جس کے ذریعے معاشرے کے منافع منظم کیے جاتے

---

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔

** پی ایچ ڈی اسکالر، علامہ اقبال یونیورسٹی اسلام آباد۔

ہیں، عوامی اُمور کی تدبیر کی جاتی ہے، لوگوں کی ضروریات کی کفالت کی جاتی ہے، مصالح کو حاصل کیا جاتا ہے، مفاسد کو دور کیا جاتا ہے، جان ومال، عقل ونسب اور دین کے تحفظ کے لیے پالیسیاں تشکیل دی جاتی ہیں۔اس کے علاوہ انسانوں کے بہتر باہمی تعلقات کے لیے اصول وضوابط وضع کیے جاتے ہیں، حقوق انسانی کو تحفظ فراہم کیا جاتا ہے، ضروری محکموں کی دیکھ بھال کی جاتی ہے، ملک و قوم کو بغاوت سے محفوظ رکھا جاتا ہے اور سرحدوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔

اگر کسی معاشرے میں سیاست وحکومت کا نظام نہ ہو تو لوگ بے ہنگم ریوڑ اور افراتفری میں ضائع ہونے والے جانوروں کی طرح ہو جائیں، کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہو، جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کا قانون ہو۔

اسلام ایک مکمل دین اور ضابطۂ حیات ہے، جو تمام شعبہ ہائے زندگی میں نہ صرف راہنمائی فراہم کرتا ہے، بلکہ اصول وضوابط بھی فراہم کرتا ہے۔اسی طرح اسلام، سیاست وحکومت کے حوالے سے اپنا ایک نظریاتی نظام رکھتا ہے، جس کے تمام بنیادی اُصول اور ہدایات قرآن وسنت میں واضح بیان کردیئے گئے ہیں، جو قیامت تک امت مسلمہ کے لیے مشعل راہ ہیں۔

جہاں تک اسلامی ریاست کا تعلق ہے تو اُس کی بنیاد ہمیں باضابطہ طور پر اگرچہ مدینہ منورہ میں دکھائی دیتی ہے، لیکن آپ ﷺ نے اس کی ابتدا مکہ معظمہ سے شروع فرمادی تھی، کیونکہ اسلامی ریاست، اسلامی نظام حیات کی متقاضی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی نظام حیات، دین اور دنیا میں کوئی تفریق نہیں رکھتا، چونکہ اسلام کی دعوت وتبلیغ مکہ معظمہ سے ہی شروع ہوگئی تھی، لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی ریاست کو قائم رکھنے والی بنیادی باتوں پر عملی کام مکہ معظمہ سے ہی شروع ہو گیا تھا۔

آپ ﷺ نے عرصہ دس سال کی قلیل مدت میں مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم کی جو تقریباً پندرہ لاکھ مربع کلو میٹر تک وسعت اختیار کرگئی۔آپ ﷺ کی رحلت کے بعد آپ سے براہ راست تربیت یافتہ افراد نے سنت کے مطابق خلافت راشدہ کی صورت میں، اسلامی ریاست کا نظم ونسق جاری وساری رکھا۔خلافت راشدہ کے تیس سال اسلامی تاریخ عالم میں ایک سنہری دور کے طور پر ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔

زیر نظر مقالہ میں اسلامی ریاست میں قومی قیادت کے تصور کو قرآن وسنہ کی روشنی میں زیر بحث لایا گیا ہے، مقالہ کے آغاز میں اختصار کے ساتھ اسلامی ریاست کے حوالے سے معروضات پیش کی گئی ہیں اور پھر قومی قیادت کے اصول پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

ریاست کا مفہوم

لغوی اعتبار سے کلمہ ریاست عربی زبان کے کلمہ 'رئاسة' سے بنا ہے، جو دراصل 'رأس' سے ماخوذ ہے، جس کا معنی بعینہ وہی

بنتا ہے جو ہم اُردو زبان میں استعمال کرتے ہیں،[1] جب کہ اصطلاح میں ریاست: کسی بھی ایسے ملک یا خطے کو کہتے ہیں جس میں مستقل آبادی، متعین کردہ سرحدیں، ایک حکومت اور دوسری خود مختار ریاستوں کے ساتھ سفارتی و تجارتی تعلقات بنانے کی خاصیت ہو۔[2] اسلامی ریاست کی تعریف میں شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

> علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کے ذریعے دین قائم کرنے، ارکانِ اسلام عملاً نافذ کرنے، جہاد اور اُس سے متعلق اُمور یعنی لشکر ترتیب دینے، مجاہدین کے مشاہرے مقرر کرنے، مالِ غنیمت سے انھیں حصہ دینے، حدود اللہ قائم کرنے، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں نبی ﷺ کی نیابت سے روئے زمین کے تمام مسلمانوں کی امارت کرنے کو ریاست کہتے ہیں۔[3]

حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ کی ۳۰ سالہ حکومت کو 'خلافت راشدہ' کہا جاتا ہے۔ اسلام کے سیاسی نظام کو اگرچہ 'نظامِ خلافت' سے تعبیر کیا جاتا ہے، لیکن اس کے تناظر میں ہم قومی قیادت کے اوصاف اور اُصول کو دیکھ سکتے ہیں۔

نظریۂ ریاست

دنیا بھر کے انسان ایک فطری ضرورت کے زیر اثر ایک جگہ جمع ہو کر، ایک فرد واحد کے ارادے کے ماتحت، جو کسی اچھی یا بری حکومت کا نمائندہ ہو، ایک حکومت میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس بنا پر اگر حاکمِ ریاست جاہل، غلط کار یا بد اخلاق آدمی ہے تو ریاست بھی ایک بری ریاست ہو گی۔ اگر کسی ریاست کا رئیس ایک حکیم اور مدبر شخص ہو گا تو وہ ریاست اچھی ہو گی۔[4] لوگوں کی بدعقیدگی، بے عملی اور بے راہ روی کا ذمہ دار حکمران ہے، اس بابت روزِ قیامت حساب ہو گا اور اعمال بد کی صورت میں عذاب الٰہی کا شکار ہو گا۔[5] اچھی ریاست ایک فطری ریاست ہوتی ہے اور یہ صرف خوش رہنے کی چاہت میں انسانوں کے لیے فطری ہے اور اپنے شہریوں کو خوشی کی ضمانت فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے[6]۔

اسلامی ریاست کی سب سے پہلی خوبی یہ ہے کہ یہ ایک اصولی اور نظریاتی ریاست ہے، اس ریاست کی بنیاد رنگ و نسل، زبان اور وطن پر نہیں بلکہ اسلامی نظریۂ حیات پر ہے، جو ریاست اللہ تعالیٰ کی سیاسی حاکمیت کا اعلان کرے اور اسلامی قوانین کو نافذ

---

1 فیروزالدین، مولوی، **فیروزاللغات**، (لاہور: فیروز سنز، ۱۹۷۵ء)، مادہ: ر-ی، ص ۶۶۶۔

2 مالکولم ناتھن شا، **ریاست کی ذمہ داریاں، عالمی قوانین**، (کراچی: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۳ء)، ص ۱۷۸۔

3 شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، (لاہور: سہیل اکیڈمی، ۱۹۹۶ء)، ا، ص ۲۔

4 **اُردو دائرہ معارف اسلامیہ**، (لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۱۹۷۳ء)، ۱۵: ۳۴

5 ایوان پی، **مک گریل**، مترجم: یاسر جواد، (لاہور: تخلیقات، ۱۹۹۷ء)، ص ۳۶۸۔

6 ایضاً، ص ۳۶۷۔

کرے وہ اسلامی ریاست کہلاتی ہے۔[7]

ریاست اور نظریہ حُرّیت فکر

اسلام حریتِ فکر اور آزادئ رائے کو اپنا بنیادی اُصول قرار دیتا ہے۔ اسلامی ریاست میں تنقید برائے تنقید کی تو قطعاً کوئی گنجائش نہیں، مگر اصلاحی تنقید ہر فرد کا حق ہے۔ لہٰذا کسی بھی حکومتی پالیسی کے حوالے سے مدلل اور اصلاحی تنقید کو فراخ دلی سے قبول کرنا اور حکومت کی طرف سے اس کی صفائی پیش کرنا ضروری ہوتا ہے۔ معاشرے میں رہنے والے کسی بھی غیر مسلم کو مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ عامۃ الناس کو اپنی مثبت رائے دینے سے نہیں روکا جاسکتا۔ منکرات کے خلاف آواز اٹھانے والوں کی آواز کو دبایا نہیں جاسکتا، لیکن یاد رہے کہ فتنہ وفساد پھیلانا، انتشار وافراق کو ہوا دینا، سازشوں کے تانے بانے بُننا، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخانہ لب ولہجہ استعمال کرنا، ایسی چیزوں کا آزادیٔ رائے سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

اسلامی ریاست کے خدوخال

اسلام نے مکمل اور واضح طور پر اسلامی ریاست کا تنظیمی ڈھانچہ دیا ہے، جسے درج ذیل سطور میں پیش کیا جارہا ہے:

حاکمیتِ حقیقی

حاکمیت اعلیٰ اور اقتدار اعلیٰ صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ[8]

یعنی زمین وآسمان میں بادشاہی صرف اللہ کی ہی ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ[9]

کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ کی بجائے میرے بندے بن جاؤ۔

---

7 R.N. Crew –Hunt, **Theory and Practice of Communism**, (London: 1951), p.6.

8 الانعام ۶:۵۷

9 آل عمران ۳:۷۹

اِس آیت کریمہ سے پتا چلتا ہے کہ اصل حکمرانی صرف اللہ کو سزاوار ہے اور زمین پر نیابت اور حکومت اللہ کی طرف سے ایک امانت کے طور پر بندوں کو سونپی گئی ہے، جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عطا کردہ اصول وضوابط کی روشنی میں ہی چلایا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس بات کا واضح ذکر موجود ہے کہ وہی احکم الحاکمین ہے، مالک ہے زمین وآسمان کا، اور جو کچھ زمین وآسمان میں ہے سب اسی کا ہے۔ مثلاً: ۱۔ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ (10) "اب تو فیصلہ اللہ ہی کا ہے جس کی شان بہت اونچی، جس کی ذات بہت بڑی ہے"۔ ۲۔ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (11) "اور حکم اسی (اللہ) کا چلتا ہے اور اُسی کی طرف تم سب واپس بھیجے جاؤ گے"۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ اصل حقیقی مالک اور حکومت اسی کی ہے تو اس بنا پر کسی انسان کو ملک الاملاک یعنی شہنشاہوں کے شہنشاہ کہنا درست نہیں ہے۔ اس بارے میں ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أخنى الأسماءِ يومَ القيامةِ عندَ اللهِ رجلٌ تسَمَّى مَلِكَ الأملاكِ (12)

قیامت کے دن اللہ کے نزدیک ناموں میں بدترین نام اس آدمی کا ہو گا، جس کا نام 'ملک الاملاک' (یعنی بادشاہوں کا بادشاہ) ہو گا۔

یہی حدیث صحیح مسلم اور مستدرک حاکم میں بھی مذکور ہے۔

آئین پاکستان میں قرارداد مقاصد کے تحت اسی بات کو سرفہرست رکھا گیا ہے، جس کی عبارت یہ ہے کہ: چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے، اور پاکستان کے جمہور کو جو اختیار واقتدار حاصل ہے، اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہو گا، وہ ایک مقدس امانت ہے۔ (13)

شریعت کا نفاذ

اللہ تعالیٰ کی مطلق حاکمیت کے بعد قومی قیادت کے لیے قرآن مجید میں حکمرانی کا جو بنیادی اُصول بیان کیا گیا ہے، وہ یہ ہے:

---

10 المومن ۱۲:۴۰

11 القصص ۷۰:۲۸

12 البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، كتاب الادب، باب أبغض الأسماء إلى الله، حدیث: ۶۲۰۵

13 ضمیمہ: آرٹیکل ۲، الف، **قرارداد مقاصد**، اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ [14]

ہم اگر اُن لوگوں کو زمین میں اقتدار عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور نیکی کا حکم کریں گے اور برائی سے روکیں گے اور اللہ کے اختیار میں تمام کاموں کا انجام ہے۔

یعنی اگر انھیں دنیا میں حکومت دے دی جائے تو وہ لوگ ذاتی کردار کے حوالے سے فسق وفجور کی بجائے نماز وروزے کے نفاذ کے لیے کام کریں، نیز امر بالمعروف کو فروغ دینے کی کوشش کریں اور نہی عن المنکر کو طاقت کے ذریعے سے روکنے کا سد باب کریں۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عليكم بكتاب الله، أحلوا حلاله، وحرموا حرامه [15]

کتاب اللہ کو اپنے اوپر لازم کرلو، اس کے حلال کو اپنے لیے حلال اور اس کے حرام کردہ کو اپنے لیے حرام کرلو۔

اسی طرح ابن خلدون اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے شریعت مطہرہ کا نفاذ ضروری قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

ملک کے وقار اور استحکام کا انحصار صرف شریعت کے قیام و نفاذ پر مبنی ہے، جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے تحت ہی تصرف ہو سکتا ہے۔ شریعت کا نفاذ در حقیقت مملکت کے وجود سے ہے اور ملک کا وقار عوام سے ہے۔ عوام کا استحکام معاشی استحکام پر مبنی ہے۔ معاش انسانوں کی معاشرت کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔ معاشرت کے استحکام کی بنیاد صرف اور صرف عدل وانصاف ہے۔ [16]

اسلامی ریاست میں قومی قیادت کا تصور

اوائل اسلام میں قیادت کے لیے امام، خلیفہ اور امیر کے الفاظ استعمال کیے جاتے تھے، جب کہ دور جدید میں ان کی جگہ سلطان، وزیر اعظم (پارلیمانی نظام میں) یا صدر (صدارتی نظام میں) استعمال کیے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم ان الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی معانی کو دیکھتے ہیں۔

خلف کا لغوی معنی: پیچھے آنے والا، وارث یا جانشین کے ہیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے: يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ [17] اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

---

14 الحج ۲۲:۴۱

15 ابن حنبل، احمد، امام، **المسند**، (ترکی: مطبعہ عثمانیہ، ۱۳۲۴ھ)، ۱:۷۰۹۔

16 ابن خلدون، مقدمۃ ابن خلدون، (بیروت: موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، ۱۴۰۶ھ)، ص ۲۱۹۔

17 البقرۃ ۲:۲۵۵

اصطلاح میں لفظ خلافت، جانشین اور مسلم حکمران کے معنی میں استعمال ہوتا ہے[18]۔امام کا مادہ 'ام م' ہے اور یہ اسم ،فِعالؒ کے وزن پر ہے جس کا معنی: من يؤتم به[19] یعنی جس کا قصد اور پیروی کی جائے اور اصطلاح میں: الإمامة موضوعة لخلافة النبوة في حراسة الدين وسياسة الدنيا به[20] ہے۔یعنی امام کا لفظ نبی کریم ﷺ کی نیابت کے لیے خاص ہے، جو دین کی حفاظت اور اُمورِ سیاستِ دنیا کے لیے ہے۔

سلطان، لغت میں دلیل اور قدرت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جس کا مادہ 'سلط' ہے یعنی غلبہ حاصل کرنا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ [21]

اگراللہ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط کر دیتا۔

اصطلاح میں سلطان بمعنی حکمران کے ہیں یعنی بادشاہ، فرمانروا، راجا[22]۔ وزیر اعظم کی تعریف میں شاہ ولی اللہ یوں رقمطراز ہیں:

وزیراعظم جو تمام ماتحت حاکموں اموال جمع کر کے دیگر شعبوں میں تقسیم کرتا ہے، اور تمام آمد و خرچ کا حساب رکھتا ہے، اس کو وزیر اعظم کہتے ہیں۔[23]

صحابہ کرامؓ اور تابعین سے منقول روایات کے مطابق اسلام کے دور اوّل میں امام، خلیفہ اور امیر کے الفاظ مترادف معانی میں استعمال ہوتے تھے، اسی بناء پر مسلم علمانے ان کلمات کو مترادف معانی کے لیے متعین کر دیا ہے۔امام نوویؒ لکھتے ہیں:

يجوز أن يقال للإمام الخليفة والإمام وأمير المؤمنين [24]

امام کو خلیفہ، امام اور امیر کہنا جائز ہے۔

ابن خلدون کا قول ہے:

---

18 ابن خلدون، مقدمۃابن خلدون، (بیروت: دارالفکر)، ۱:۱۵۹۔

19 نعمانی، عبدالرشید، **لغات القرآن**، (کراچی: دارالشاعت، ۱۹۸۶ء)، ۱:۲۳۸۔

20 الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب، الاحکام السلطانیة والولایات الدینیة، (مصر: مکتبہ مصطفی البابی، ۱۳۹۳ھ)، ص ۵۔

21 النسا۴:۹۰

22 فیروزالدین، **فیروز اللغات**، مادہ سلط، ص ۸۰۶۔

23 شاہ ولی اللہ، البدور البازغة، اکیڈیمیۃ، (حیدر آباد: شاہ ولی اللہ، ۱۹۷۰ء)، ص ۱۱۱۔

24 نووی، یحی بن اشرف الدین، روضة الطالبین، (بیروت: المکتب الاسلامی)، ص ۴۹۔

إنه نيابة عن صاحب الشريعة في حفظ الدين وسياسة الدنيا به تسمى خلافة وإمامة والقائم به خليفة وإماما۔(25)

خلافت دین کی حفاظت اور دنیا کی سیاست کے لیے صاحب شریعت کی جانشینی ہے۔ لہذا اس جانشینی اور نیابت کو خلافت اور امامت کہا جاتا ہے، جو شخص اس کا انتظام کرتا ہے اُسے خلیفہ اور امام کہتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور انھیں ساری روئے زمین کی ذمہ داریاں سپرد کیں تو انہیں 'خلیفہ' کا لقب عطا فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً(26)

اسلامی ریاست میں قومی قیادت کی ضرورت واہمیت

قومی قائد کا تقرر اہم ترین فرائض میں سے ایک ہے، کیونکہ دین کا قیام اس کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ فرضیت قرآن، سنت، اجماع اور احکام اسلامی کی روح سے ثابت ہے۔ صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی تدفین سے بھی پہلے جو اہم فریضہ سرانجام دیا وہ متفقہ طور پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بطور خلیفہ تقرری تھی۔

اسی طرح قرآن مجید میں بارہا 'اولوالامر' کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ (27)۔ اس سے مراد قائدین اور دیگر حکام ہیں۔(28) اور آج تک جتنے بھی فقہائے اسلام آئے ہیں سب کا اس بات پر اجماع ہے کہ امت کے لیے ایک خلیفہ کا تقرر واجب ہے۔(29) اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسوۂ حسنہ سے تعبیر فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ(30)

یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ میں اسوۂ (نمونہ) حسنہ ہے۔

آپ ﷺ انسانوں میں سب سے بہترین قائد ہیں اور آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں سے وہ گوشہ جو بطور قیادت اور

---

25 ابن خلدون، مقدمۃ ابن خلدون، ۱:۱۵۹

26 البقرۃ ۲:۳۰

27 النساء ۴:۵۹

28 الاصفہانی، حسین بن محمد راغب، مفردات الفاظ القرآن، (کراچی: میر محمد کتب خانہ، ۱۹۹۰ء)، مادہ: امر، ص ۲۱۔

29 الماوردی، الاحکام السلطانیۃ، ص ۵۔

30 الاحزاب ۳۳:۲۱

سیادت کے ہے، اگر مسلمان اس کا بغور مطالعہ کر لیں تو پوری دنیا کو راہنمائی فراہم کر سکتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت کے بعض احکام ایسے ہیں جن پر انفرادی طور پر بھی عمل ہو سکتا ہے، مگر بعض ایسے بھی ہیں جن پر عمل اسلامی حکومت کے بغیر ممکن نہیں۔ مثلاً: جہاد، حدود و تعزیرات، عدل اجتماعی، نظام صلوٰۃ اور نظام زکوٰۃ وغیرہ، اس طرح کے احکام کے نفاذ کے لیے خلیفۂ وقت کا وجود ضروری ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے مسائل و معاملات کے حل کے لیے اس قومی قیادت سے رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ (31)
>
> اور جب ان کے پاس کوئی معاملہ امن یا خوف کا آئے تو وہ اس کا چرچا کر دیتے ہیں، اگر وہ اس معاملے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی صاحبِ بصیرت قیادت کے سامنے پیش کر دیتے تو معاملات کی تہہ تک پہنچ جاتے، لوگ ضرور اس کی حقیقت جان لیتے۔

اسلامی ریاست کے استحکام اور شبانہ روز ترقی کی لیے قومی قیادت نہایت ضروری ہے جو دین کے شرعی اور دنیا کے سیاسی امور کی تنفیذ میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ امام، خلیفہ، حکمران، صدر، وزیر اعظم اس قومی قیادت کے مناصب ہیں اور ان کی حیثیت وجوب کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

> لَا يَحِلُّ لِثَلَاثَةِ نَفَرٍ يَكُونُونَ بِأَرْضِ فَلَاةٍ إِلَّا أَمَّرُوا عَلَيْهِمْ أَحَدَهُم۔(32)
>
> خواہ ویرانے میں ہی اگر تین اشخاص جمع ہو جائیں تو تمھیں چاہیے کہ اُن میں سے کسی ایک کو اپنا امیر مقرر کر لو۔

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ امیر مقرر کرنا کتنا ضروری ہے کہ اگر کچھ لوگ خواہ کسی جنگل میں ہی کیوں نہ جمع ہو جائیں تو انھیں اپنا امیر مقرر کر لینا چاہیے، حالانکہ بظاہر کسی ویران جگہ یا کسی جنگل میں امیر مقرر کرنا اتنا ضروری محسوس نہیں ہوتا، لیکن شریعت میں یہ بات بہت ضروری سمجھی گئی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم دی کہ امیر مقرر کرنا کوئی سیاسی مسئلہ نہیں، بلکہ یہ ایک دینی مسئلہ ہے۔ اس کے علاوہ ایک بات اور معلوم ہوئی کہ یہ تقرر کوئی دوسرا نہیں کرے گا، بلکہ مسلمان سب مل کر یہ تقرر کریں گے اور جو شخص اس کا اہل ہو گا صرف اس کو اپنا امیر مقرر کیا جائے گا۔

قیادت کا منصب ہر شے سے بڑھ کر حساس درجے کی اہمیت کا حامل ہے، اس میں ذرہ برابر کوتاہی پوری ریاست کو داؤ پر لگا دینے والا کام ہے۔ اس لیے علمائے اسلام نے قرآن و سنت کی روشنی میں بڑی باریک بینی کے ساتھ لیڈر کے لیے شرائط مقرر کی

---

31 النساء ۴:۸۳

32 ابن حنبل، المسند، حدیث: ۶۶۴۷

ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو اس کی لیڈر شپ ختم ہو جائے گی۔ اس بارے میں الماوردیؒ لکھتے ہیں:

امامت خلافتِ نبویہ کی جانشینی ہے۔ اس کا قیام دینی و دنیاوی اُمور کے نفاذ کے لیے ہوتا ہے اور امت میں امامت کا قیام بالاجماع واجب ہے۔ لہذا قائد اس شخص کو کہیں گے جو نائب رسول ہونے کی حیثیت سے اسلامی مملکت کا بااختیار سربراہ ہو، امت کے اہل حل و عقد نے اسے منتخب کیا ہو، شرائط امامت کا جامع اور اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں ذرہ برابر غفلت سے کام نہ لیتا ہو۔(33)

خلاصۃ البحث

اسلامی ریاست میں قومی قیادت کی مؤثر حکمرانی کے لیے تعلیماتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ آپ ﷺ کی قائم کردہ اسلامی ریاست تہذیب و تمدن کی اعلیٰ وارفع مثال تھی جس میں اللہ تعالیٰ کے اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم کیا گیا اور اس کی اطاعت کا عملی مظاہرہ خود آپ ﷺ نے پیش کیا۔ آپ ﷺ نے پہلے دن سے ہی اپنے صحابہ کرامؓ کی اصلاح و تربیت اس طرح فرمائی کہ بعد میں انھوں نے اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔

OOOOO

33 الماوردی، الاحکام السلطانیة، ص ۵؛ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر محمد اکرم العدولی اور ڈاکٹر طارق سویدان کی کتاب القیادة فی القرن الحادی والعشرین۔